Advertisement at Urdu Palace

Are you looking for an affordable website to advertise your business?

Urdu Palace offers lowest rates for all advertisers.

For Advertisement of your brand or business on our website call us or contact through

Whatsapp on following numbers:+92-348-8709449,+92-303-5110135

بچ گیا ایمان

افتخار چوہدری

اس سفلی عامل کا قصہ جو کالے علم کے آخری درجے تک رسائی حاصل کر چکا تھا مگر

ایمان والوں کو خدا کفر کی دلدل سے اس طرح نکالتا ہے کہ عقل بھی دنگ رہ جاتی ہے

''مورکھ اگر اپنی محبت حاصل کرنا چاہتے ہو تو پھر تمہیں شانے کی ہڈی لانے کا کشٹ تو اٹھانا ہی پڑے گا۔'' لٹاں والی سرکار نے جلالی لہجے میں سرخ آنکھوں سے مجھے گھورتے ہوئے اپنا فیصلہ سنایا تو اس کے منہ سے نکلنے والے بدبو کے بھبکے سے میرا دماغ چکرا کر رہ گیا، چاہنے کے باوجود میں ناگواری کا اظہار نہ کر سکا کیونکہ اس کی سرخ آنکھوں میں موجود مقناطیسی کشش نے مجھے اپنے حصار میں لے کر ہپنا ٹائز کیا ہوا تھا۔ میں بنا پلکیں جھپکائے ایک ٹک اسی کی طرف دیکھے جا رہا تھا، کچھ دیر بعد اس نے اچانک اپنی آنکھیں بند کر لیں اور مراقبے میں چلا گیا، اس کی نظریں ہٹتے ہی مجھے ایک زوردار جھٹکا لگا اور ایسے محسوس ہوا جیسے میں اس کی قید سے آزاد ہو چکا ہوں اور میری سوچنے سمجھنے کی صلاحیت واپس آ گئی ہے۔

''مگر بابا جی میں شانے کی ہڈی کہاں سے لاؤں گا کیونکہ قصاب جانتے ہیں کہ اس ہڈی پر سفلی اور کالا جادو ہوتا ہے اس لیے وہ ہڈی کو توڑے بنا نہیں چھوڑتے۔'' میں نے منمناتے ہوئے اپنی جان چھڑانے کے لیے عذر تراشا۔

کلرکی کرتے ہو سارا دن فائلیں اِدھر سے اُدھر کر کے خوب پیسے کماتے ہو تو کیا اپنی محبت کے کارن تم ماس کا وہ پورا ٹکڑا نہیں خرید سکتے جس کے اندر وہ ہڈی ہوتی ہے۔'' اس نے بند آنکھوں سے ہی میری بات کا جواب دیا، میں اس غلیظ بابے کے منہ سے اپنی نوکری کے بابت سن کے مبہوت رہ گیا۔ اب تو مجھے حقیقتاً اس سے خوف آنے لگا تھا، میں زندگی میں پہلی بار اس سے مل رہا تھا مگر وہ میرے بارے میں ہر بات پہلے سے جانتا تھا جیسے وہ مدتوں سے میرا آشنا سا ہو۔ کچھ دیر مراقبے کی کیفیت میں رہنے کے بعد اس نے مسکراتے ہوئے آنکھیں کھول دیں، مسکرانے سے اُس کے گہرے پیلے دانت جن پر سیاہی غالب آ چکی تھی نظر آنے لگے۔ اس کی مسکراہٹ میں خباثت نمایاں تھی شاید اس نے بچپن سے بال نہیں کٹوائے تھے جس کی وجہ سے اس کے بال موٹی رسیوں جیسی لٹوں کی صورت اختیار کر چکے تھے، جسم ڈھانپنے کے نام پر جسم کے زیریں حصے پر ایک انتہائی گندے کپڑے کا لنگوٹ بندھا ہوا تھا جو اپنا اصل

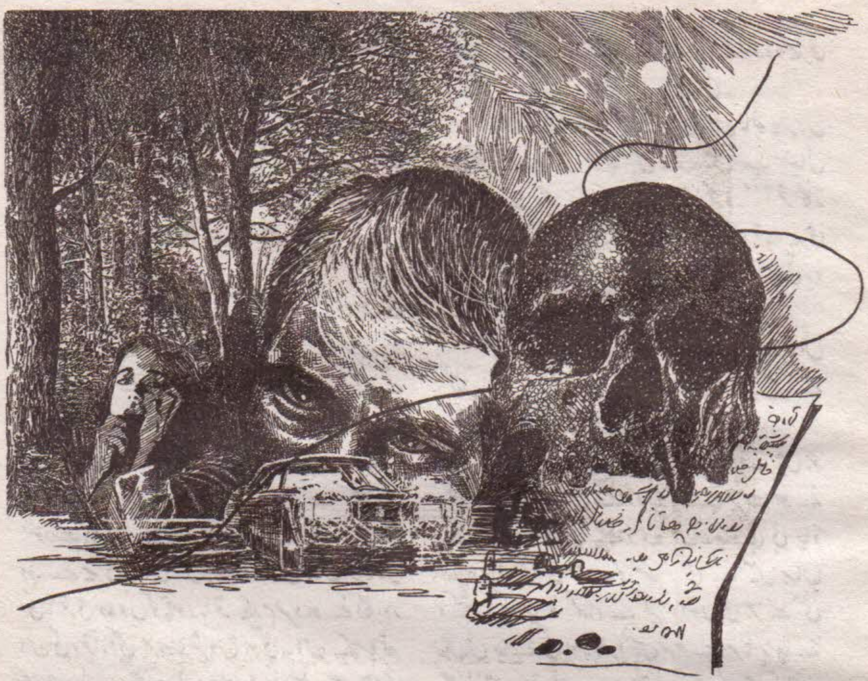

رنگ اور پرنٹ تو نہ جانے کب کا کھو چکا تھا اب تو وہ محض ایک چیتھڑے سے مشابہہ تھا جو کئی جگہ سے پھٹا ہوا تھا، اور عریانی کو چھپانے کی بجائے مزید عیاں کر رہا تھا اس پراسرار شخصیت کے کے جسم پر گوشت نام کو بھی نہیں تھا اسے دیکھ کر بدھ مت کے بانی گرینڈ بودھا کا وہ مجسمہ ذہن میں ابھر رہا تھا جس میں وہ اکثر سمادھی جمائے بیٹھا ہوتا ہے، اس مجسمے کی طرح اس بابے کی جسمانی ہڈیوں پر بھی گوشت کی بجائے محض چمڑا چڑھا ہوا نظر آرہا تھا، تمام پسلیاں اور ہڈیاں علیحدہ علیحدہ گنی جاسکتی تھیں، مجموعی طور پر وہ ایک کراہیت آمیز بوڑھا شخص تھا جو غذائی کمی کا شکار نظر آرہا تھا، نجانے وہ کون سی منحوس گھڑی تھی جب میں نے فوزیہ کی باتوں میں آکر یہاں آنے کی حامی بھری تھی فوزیہ میری پڑوسن اور بچپن کی محبت تھی ہم شادی کرنا چاہتے تھے مگر اس کی فیملی اپنے خاندانی اقدار اور کئی مجبوریوں کی وجہ سے کسی بھی صورت میں اسے میری دلہن بنانے پر راضی نہیں تھے، میں ہر ممکن کوشش کر چکا تھا مگر دال گلتی نظر نہیں آرہی تھی، دو بار میرے والدین رشتہ مانگنے کے نام پر ان کے گھر سے بے عزت کر کے نکالے جا چکے تھے، دوسری بار تو میں خود بھی انہیں فوزیہ کے گھر بھیجنے کے حق میں نہیں تھا مگر فوزیہ نے مجھے پکا یقین دلایا تھا کہ اس بار اس کے گھر والے رشتہ دے دیں گے، جب میں نے امی ابو کو ایک بار پھر فوزیہ کے گھر جانے کے لیے کہا تو وہ ہتھے سے ہی اکھڑ گئے تھے، پھر میں نے خودکشی کی دھمکی دی تو انہیں میری ضد کے آگے ہتھیار ڈالنا ہی پڑے، لیکن پہلے کی طرح اس بار بھی میرے فرشتہ صفت والدین کو بے عزت کر کے نکالا گیا تو میں واقعی شرم کے مارے سنجیدگی سے خودکشی کے بارے میں سوچنے لگا، میں فوزیہ کی محبت میں تمام حدیں پھلانگ چکا تھا اسی لیے تو بات میرے والدین کی ہتک تک آپہنچی تھی اس سانحے کے بعد میں حتمی طور پر فیصلہ کیے بیٹھا تھا کہ اب کبھی اس دشمن جاں کی شکل تک نہیں دیکھوں گا، مگر دوسرے دن ہی اس نے

میرے سیل فون پر میسج بھیجا کہ وہ مجھ سے ملنا چاہتی ہے کوئی ضروری بات کرنی ہے، تو میرے خود کا کیا ہوا فیصلہ تنکوں کی طرح ہوا میں بکھر کر رہ گیا، ہمارے گھر کی چھت ان کی چھت سے ملحق تھی ہماری اکثر ملاقاتیں وہیں ہوا کرتی تھیں، میں اس کے بتائے ہوئے وقت پر وہاں پہنچ گیا، وہ پہلے سے ہی چھت پر موجود تھی۔

''اب کیوں بلوایا ہے کیا ابھی ہماری عزت افزائی میں کوئی کسر رہ گئی ہے۔'' میں نے سرد لہجے میں بے رخی سے کہا، تو مجھے محسوس ہوا جیسے آج سے پہلے میں اتنے غصے میں کبھی نہیں آیا ہوں گا۔

''اوہو جناب ابھی تک غصے میں ہیں، اوکے یار سوری اور وہ بھی کان پکڑ کر۔'' فوزیہ نے مسکین سی صورت بنا کر اپنے کان پکڑتے ہوئے کہا، تو غصے کی وجہ سے میری رگوں میں بہتا ہوا خون جو تیز رفتاری کی آخری حدوں کو چھو رہا تھا یکدم سرد ہونے لگا اور اس کی رفتار بھی کم ہونا شروع ہوگئی۔ اس کے ساتھ ہی ہی دل پر رکھی ہوئی سردمہری کی سل جیسے تیزی سے پگھلنے لگی۔

''مجھے خود امی نے تمہارے گھر والوں کو دوبارہ بلوانیکے لیے کہا تھا مگر پھر آخری لمحوں میں ایک بہت امیر شخص کا میرے لیے رشتہ آیا تو سب کچھ الٹ ہو گیا۔'' فوزیہ نے بھرائی ہوئی آواز میں صفائی دی تو میرا دل اس کی طرف سے صاف ہوگیا اور میں اپنے والدین کی بےعزتی بھول کر ایک بار پھر پسیج گیا۔

''اوکے ٹھیک ہے مان لیتا ہوں کہ تمہارا کوئی قصور نہیں تھا۔'' میں نے نرم لہجے میں کہا تو وہ کھل اٹھی۔ ''میں نے آج تک تمہاری کوئی بات رد نہیں کی کیا تم ہماری محبت کی خاطر میری ایک بات بھی نہیں مان سکتی ہو۔'' میں نے جذبات سے بھرپور لہجے میں کہا، تو اس نے اپنے ہاتھ میرے ہاتھوں پر رکھ دیئے۔

''نزاکت ایسا کیوں کہہ رہے ہو تم حکم تو کرو، میری جان بھی تمہارے لیے حاضر ہے۔'' فوزیہ نے مجھ سے بھی زیادہ جذباتی زبان استعمال کی تو مجھے لگا جیسے ابھی الفاظ میرے منہ میں ہوں گے اور وہ میری بات مان کر میرے ساتھ چل پڑے گی۔

''چلو کورٹ میرج کر لیتے ہیں یقین مانو چند دن میں ہی سب راضی ہو جائیں گے۔ میں سب سنبھال لوں گا پلیز مجھ پر ایک بار اعتماد کرو۔'' آخر کار میں اپنے دل کی بات زبان پر لے ہی آیا، میری بات سن کر اسے ایسے جھٹکا لگا جیسے اس کا ہاتھ برقی رو سے چھو گیا ہو۔

''میرے والدین کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔ وہ شرم سے ہی مر جائیں گے۔'' اس نے روہانسی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

''ہاں میرے والدین ہی شرم پروف ہیں جو تمہارے گھر والوں سے دو دو بار بےعزت ہونے کے باوجود ڈھٹائی سے زندہ ہیں۔ جاؤ بی بی جاؤ اپنے والدین کی عزت کو سنبھالو کسی نے ہمیں یہاں اکٹھے دیکھ لیا تو تمہارے گھر والوں کی عزت مٹی میں مل جائے گی اور پھر انہیں شرم سے مرنا پڑ جائے گا۔'' میں نے غصے سے ابلتے ہوئے لہجے میں کہا اور واپسی کے لئے پلٹ آیا۔

''نزاکت سنو، سنو تو پلیز سنو۔'' فوزیہ نے عقب سے مجھے کئی بار پکارا مگر میں نہیں رکا تو وہ دونوں چھتوں کے درمیان موجود پانچ فٹ کی دیوار کو ایک ہی جست میں پھلانگ کر ہماری چھت پر آ گئی اور مجھے پیچھے سے ہی جپھی ڈال کر کھڑی ہوگئی، میرا نامراد دل ایک بار پھر سے امید و ناامیدی کے درمیان ڈولنے لگا۔

''نہ تمہارے گھر والے مانتے ہیں اور نہ تم میری بات مان رہی ہو تو اس طرح چھپ چھپ کر ملنے کا کوئی مقصد باقی نہیں رہ جاتا۔'' میں نے بےبسی کی کیفیت میں جھنجھلاتے ہوئے کہا۔

''اگر تم اپنے غصے کو کنٹرول کر کے ٹھنڈے دل سے میری بات سنو تو ہوسکتا ہے اس مسئلے کا کوئی حل نکل ہی آئے۔'' اس نے نرم و ملائم لہجے میں کہا۔

''بتاؤ اگر تمہارے پاس کوئی قابل عمل حل ہے تو۔'' میں نے ایک گہری سانس لیکر خود کو نارمل کرتے

ہوئے کہا، اور اپنے سینے پر سے اس کے بازوؤں کا حلقہ کھول کر اس کی طرف گھوم گیا۔
''میری سہیلی نے ایک بہت ہی کرنی والے بزرگ لِطاں والی سرکار کے بارے میں بتایا ہے جو شہر کے مضافات میں دریا کے کنارے ایک جھونپڑی میں رہتے ہیں، وہ بہت پہنچے ہوئے بزرگ ہیں، تم اگر ان کی خدمت میں حاضری دو تو ہمارا مسئلہ حل ہو سکتا ہے، پلیز انکار مت کرنا۔'' اس نے ہاتھ جوڑ کر میری منت کرتے ہوئے کہا۔ میں ایسے دو نمبری بابوں کے سخت خلاف تھا، اس لیے میرے ذہن نے یہ بات ماننے سے انکار کر دیا، مگر فوزیہ نے اپنی سہیلی کی زبانی اس کرنی والے بابے کی کرامات کے ایسے نقشے کھینچے کہ مجھ جیسا حقیقت پسند انسان بھی سبز باغ دیکھنے پر مجبور ہو گیا، اور اگلے دن ہی میں آفس سے چھٹی کر کے اس بابے کو ڈھونڈتا ہوا دریا کے پاس ویران جنگل میں پہنچ گیا۔

☆......☆

اب اس منحوس بابے نے میرے بتائے بغیر ہی میری ساری پریشانی مجھے بتا دی جس سے میں بہت متاثر بھی ہو گیا، اب بابا کام کرنے کی حامی تو بھر رہا تھا مگر مجھے کسی جانور کے شانے کی ہڈی اور سات عدد لیموں لانے کا کہہ رہا تھا جبکہ میں تو یہی سوچ کر آیا تھا، کہ بابا مجھے کوئی تعویز وغیرہ بنا کر دے گا، یا پھر کوئی چلہ کر کے میرا کام کر دے گا، اب مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق حامی بھرنی پڑی۔
''ٹھیک ہے بابا جی، میں ہڈی اور لیموں لے آؤں گا، مگر آپ کی فیس کیا ہو گی۔''
بالآخر میں نے وہ بات کی جس سے اسے دلچسپی ہو سکتی تھی۔
''میں تم سے کچھ نہیں لوں گا۔'' اس نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا، تو مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا، کہ وہ واقعی کہہ رہا تھا، کہ فیس نہیں لوں گا۔
''بابا جی میں سمجھا نہیں۔'' میں نے بے اعتباری سے پوچھا۔
''میں تم سے کوئی روپیہ پیسہ نہیں لوں گا، ہاں اگر تم مجھے کچھ دینا ہی چاہتے ہو تو، جب تمھارا کام ہو جائے تو میرا ایک چھوٹا سا کام کر دینا۔'' بابے نے ایک بار پھر سے اپنی پر اسرار مسکراہٹ چہرے پر سجاتے ہوئے کہا۔
میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر میرا کام ہو گیا تو آپ جو کہو گے میں کروں گا۔'' میں نے دھڑکتے دل سے وعدہ کر لیا، فوزیہ سے شادی کا سن کر ہی میرے دل کی دھڑکن بے ترتیب ہو گئی تھی۔
''دیکھو بالک تم ہم سے ویدہ کر رہے ہو کہ تم فوزیہ سے سگائی کے بعد میرا کام کرو گے، اب اگر تم ویدے سے مکرے تو پھر ہم بھی رنگ میں بھنگ ڈال دیویں گے۔'' بابے نے وعدے کے ع کو ے سے بدلتے ہوئے کہا۔
''آپ بتائیں میں پہلے ہی وہ کام کرنے کے لیے تیار ہوں۔'' میں نے اس کی تسلی کے لیے کہ کہا۔
''نہیں بالک ہمیں تمھارے ویدے پر یقین ہے، اب تم جاؤ اور جا کر ہڈی کا بندوبست کرو۔''
اس نے ایک ہاتھ اٹھا کر مجھے مزید کوئی بات کرنے سے روکتے ہوئے کہا، اور ایک بار پھر آنکھیں بند کر کے مراقبے کی حالت میں چلا گیا، میں چند ثانیے خاموش بیٹھا اسے دیکھتا رہا اور پھر اٹھ کر واپس چلا آیا۔
اگلے دن میں گھر کے قریب بازار میں موجود تمام قصابوں کی دکانیں کھنگال چکا تھا، مگر کسی کے پاس مطلب کا پارچہ نہیں تھا، دوسرے محلے کے بازار سے بالآخر مجھے مطلوبہ ہڈی والے گوشت کا پورا پیس مل گیا، وزن کرنے کے بعد قصاب اس کی بوٹیاں کرنے لگا تو میں نے اسے منع کر دیا اور کہا کہ گھر جا کر خود ہی کر لوں گا۔
''بیٹا اس میں سے نکلنے والی ہڈی ضرور توڑ دینا اگر کسی خبیث کے ہاتھ لگ گئی تو کئی غریبوں کا خانہ خراب کر دے گا۔'' قصاب نے مجھے نصیحت کرتے ہوئے کہا، تو میں نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے گوشت کے پارچے کو تھیلے میں ڈال کر موٹر سائیکل پر اپنے آگے رکھ لیا، اور دریا کی طرف چل پڑا۔